Piyary Nabiyon kay piyary waqiat

Unknown

سلسلہ نمبر 7

پیارے نبیوں کے پیارے واقعات

مختصر سبق آموز واقعات

مرتب : عبدالقادر

نظر ثانی و تصدیق
مفتی بدر عالم صدیقی
(استاد جامعہ دارالعلوم کورنگی)

کرن کتاب گھر
نوید اسکوائر، اردو بازار کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

انبیاء کرام علیہم السلام کے سبق آموز واقعات پر مشتمل کتاب بفضلہٖ تعالیٰ شائع ہو کر آپ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت ہمارے محترم اُستاد حضرت مفتی بدر عالم صدیقی صاحب اور اس کتاب کے ناشر جناب اسلم صاحب کوششوں سے ممکن ہوئی ہے۔

اور ساتھ ہی اپنے استاد محترم حضرت مولانا منصور احمد صاحب کی مہربانیوں کا ذکر کرنا ضروری ہے جن کی انتھک محنت نے بندے کو اردو زبان میں کچھ لکھنے کے قابل بنایا۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں معارف القرآن، قصص القرآن، تفسیر القرطبی، قصص الانبیاء اور للقرجلی وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے، میرے والدین، میرے اساتذہ اور تمام قارئین کیلئے مفید بنائے۔ (آمین)

العبد الضعیف عبدالقادر

٧٨٦

تصدیق

آپ کے سامنے اس وقت ایک نہایت ہی اہم
کتاب ہے احقر نے اسکو جستہ جستہ
پڑھا ہے، ماشاءاللہ مؤلف صاحب نے
بڑے سلیقہ مند انداز میں اسکو ترتیب
دیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انکو اور اسکے
اندر چھپائی اور اشاعت میں کوشش کرنے
والوں کو اجر عظیم عطا فرما
(آمین)

محمد بدر عالم صدیقی
جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی

۱۲-۸-۱۲ء

محمد بدر عالم

فہرست عنوانات

حضرت نوح علیہ السلام
اللہ کے نزدیک قربت کا معیار
اپنا عمل معتبر ہے نسب نہیں
کامل توکل
حضرت داؤد علیہ السلام
اپنے ہاتھ کی کمائی
چھوٹے کی رائے پر عمل کرنا
حضرت سلیمان علیہ السلام
نفس کی اصلاح کیلئے اپنے پر سزا مقرر کرنا
حکومتوں کی کامیابی اور امن کے اسباب
ناشکری سے نعمت چھن جاتی ہے
حضرت صالح علیہ السلام
قوم ثمود کا مطالبہ
قوم ثمود کی تباہی
حضرت یونس علیہ السلام
اللہ کے مواخذے سے کوئی نہیں بچ سکتا
ذکر الٰہی اور دعا
حضرت ذکریا علیہ السلام
حضرت یحییٰ علیہ السلام
مشیت الٰہی
حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تبلیغ کردہ پانچ امور
حضرت ایوب علیہ السلام
صبر ایوب علیہ السلام
صبر کا پھل

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کو ''ابوالبشر ثانی'' کہا جاتا ہے یعنی انسانیت کا دوسرا باپ۔ کیونکہ آپ علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں آپ کی قوم نے آپ علیہ السلام کے پیغام کوٹھکرا دیا اور آپ علیہ السلام کی نافرمانی میں لگے رہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مومنین کے علاوہ تمام انسانوں کو روئے ارض سے نیست و نابود فرما دیا اور صرف حضرت نوح علیہ السلام کے جو تین بیٹے تھے ''حام، سام، اور یافث'' ان ہی کی اولاد سے پوری دنیا میں انسانوں کا یہ جم غفیر وجود میں آیا ہے اور اسی بناء پر آپ علیہ السلام کو ''والد ثانی'' کہا جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام کے کئی واقعات قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے ذکر فرمائے ہیں اور ایک مکمل سورۃ آپ علیہ السلام ہی کے نام سے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہے۔ آپ علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور جب وہ ایمان نہ لائی اور وحی سے آپ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ اب مزید کوئی آدمی میری قوم کا ایمان نہیں لائے گا تو اب آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ'' اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور سارے کافروں سے روئے زمین کو پاک فرما دیا۔

اللہ کے نزدیک قربت کا معیار

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو چند غرباء و فقراء کے علاوہ کوئی بھی ایمان نہ لایا اور جو مالدار لوگ تھے وہ عناد و دشمنی پر اُتر آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اے نوح! تو جس چیز کی طرف بلاتا ہے اگر وہ چیز ٹھیک ہوتی تو سب سے پہلے ہم ہی لوگ اس پر ایمان لاتے۔ کیوں کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی چیز حق ہو اور ہم اس سے پیچھے رہ جائیں۔ یعنی وہ امراء اپنے آپ کو حق کی کسوٹی گردانتے تھے کہ جو بات ہم مان لیں وہ حق ہو گی اور جو ہم نہ مانیں وہ باطل۔ کبھی کبھار یہ امیر لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے کہ اے نوح! اگر تو ان غریبوں کو اپنے سے پرے کر لے تو ہم تیری بات ماننے کو تیار ہیں۔ کہ ایسے حقیر لوگوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے ہماری عزت میں کمی آئے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ تمہارا یہ سمجھنا کہ حق و باطل کی کسوٹی تم لوگ ہو یہ ایک خیال خام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ غریب و فقیر و مسکین مجھ پر ایمان لائے ہیں ان کے اندر اخلاص کی دولت ہے اور یہ سب اللہ کو کامل یقین کے ساتھ اپنا رب مانتے ہیں کیوں کہ اللہ کے قربت کا معیار مال و دولت اور ثروت و غناء نہیں بلکہ اس کے ہاں تو اس کے ماننے والا قریب ہے چاہے وہ غریب و فقیر ہو چاہے مالدار ہو۔

اپنا عمل معتبر ہے نسب نہیں

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ جن لوگوں نے اس پیغام خداوندی کا انکار کیا اور ہمیشہ کے لئے ناکام ہو گئے ان میں آپ علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی شامل تھا۔ جس نے اپنے والد کی بات کو ماننے کے بجائے ان کا انکار کیا۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ فرمایا ''نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارے ساتھ (کشتی پر جس پر اہل ایمان سوار تھے اور اللہ نے عذاب سے اس کو بچانا تھا) سوار ہو جاؤ اور کافروں میں سے مت ہو، تو اس نے جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھے (طوفان کے) پانی سے بچا لے گا۔ (حضرت نوح علیہ السلام) نے فرمایا آج کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (یعنی مومنین) لیکن وہ نہ مانا اور ایک موج آئی اور وہ اس میں غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ (سورہ ہود: ۴۲-۴۳)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے ساتھ ہوا۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کے آباؤ اجداد کتنے ہی بڑے اللہ والے کیوں نہ ہوں حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے پس آدمی کا اپنا عمل قابل دید ہے کہ اس کا کیا حال ہے اگر اپنے اعمال درست ہیں تو اللہ کے ہاں مقبول و مقرب وگرنہ --------

کامل توکل

ابھی اوپر ذکر ہوا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار ہو کر جان بچانے کا کہا تھا، یہ کشتی بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو جواب یہ ہے کہ طوفان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دے دیا کہ کشتی بناؤ۔

جب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کشتی بنانا شروع کی تو قوم کے سردار آکر آپ علیہ السلام کا مذاق اُڑایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام سے استہزا کا معاملہ کرتے ہوئے سوال کرتے ''اے نوح (علیہ السلام) یہ جو تو کشتی بنا رہا ہے اسے چلائے گا کہاں؟ ریت پر یا پھر اسے جن کھینچیں گے کیوں کہ پانی تو یہاں ہے نہیں!''

لیکن پھر اللہ نے وہاں اتنا طوفان بھیجا کہ پہاڑ بھی ان کو اس سے بچانے کی قوت نہ رکھتے تھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کا انتظام فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ بغیر کشتی کے بھی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی طوفان سے حفاظت فرما سکتے تھے۔مگر کشتی اس لیے بنوائی کہ یہ عالم اسباب ہے، اس میں اسباب تو اختیار کرنے پڑیں گے لیکن بھروسہ ان اسباب پر نہ ہونا چاہیے بھروسہ مسبب الاسباب پر ہونا چاہیے اور یہی توکل کے معنی ہیں کہ اپنے اختیار میں جو کچھ ہے وہ کر گزرو اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔

حضرت داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت داوٗد علیہ السام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ ساتھ نئ کتاب اور شریعت بھی عطا فرمائی اور بہت بڑی سلطنت سے بھی نوازا۔

اپنے ہاتھ کی کمالی

آپ علیہ السلام اپنا اکثر وقت لوگوں کی خدمت میں اور حکومت کے کاموں میں گزارتے تھے اس لیے بیت المال سے اپنا اور اہل و عیال کا نفقہ وصول فرمایا کرتے تھے جو کہ بالکل جائز تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کے اندر صفت کمال کے خلاف کوئی چیز دیکھنا پسند نہیں فرماتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تعلیم دینے کے ارادے سے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں بھیجا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کا معمول تھا کہ رات کو بھیس بدل کر لوگوں سے اپنے بارے میں رائے معلوم فرماتے تھے اور لوگ ہمیشہ آپ کی عادلانہ حکومت کیوجہ سے آپ کی تعریف ہی کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک رات آپ علیہ السلام اپنے گشت میں مصروف تھے کہ وہ فرشتہ آپ علیہ السلام سے راستہ میں ملا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ "داوٗد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" تو اس نے جواب دیا کہ داوٗد (علیہ السلام) بہت اچھا آدمی

ہے اور سب آدمیوں سے وہ اپنے نفس کے لیے بھی اور اپنی امت اور رعیت کے لیے بھی بہتر ہے مگر اس میں ایک عادت ایسی ہے کہ وہ نہ ہوتی تو وہ بالکل کامل ہوتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا عادت ہے؟ اس نے کہا کہ وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل و عیال کا گذارہ مسلمانوں کے مال یعنی بیت المال سے لیتا ہے۔

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے کوئی ایسا کام سکھا دیں جو میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کیا کروں، اور اس سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا گزارہ کروں اور مسلمانوں کی خدمت اور سلطنت کے تمام کام بلا معاوضہ کروں، ان کی دعاء اللہ نے قبول فرمالی اور ان کو ''زرہ سازی'' کی صنعت سکھلا دی۔

اس سے ہمیں ایک سبق تو یہ ملتا ہے کہ ہاتھ سے محنت کرنا کوئی بری بات نہیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنا خرچہ نکالنا ہی اصل کمال ہے۔

اور یہ کہ صنعت پیشہ لوگوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے:

''اللہ تعالیٰ حرام سے بچنے والے اور محنت کر کے کمائی کرنے والے مؤمن کو پسند فرماتا ہے اور مانگنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔''

اور دوسری بات یہ پتہ چلتی ہے کہ اپنے عیوب انسان کو خود معلوم نہیں ہوتے۔ اس لیے دوسروں سے پوچھ کر ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

چھوٹے کی رائے پر عمل کرنا

انہی حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قصہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ آپ علیہ السلام کے پاس دو آدمی آئے۔ ایک کھیتی کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا اور ان کا مسئلہ یہ تھا کہ بکری والے کی بکریاں ایک دن رات کو کھیتی والے کے کھیت میں جا گھسیں اور اس کو نقصان پہنچایا۔ اب یہ دونوں قضیہ کا فیصلہ کروانے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مسئلہ کا فیصلہ اس طرح کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں چونکہ کھیتی کا نقصان اور بکریوں کی قیمت برابر تھی یا قریب قریب تھی۔ یہ دونوں متخاصمین فیصلہ سننے کے بعد جانے لگے جب دروازے پر پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام اندر داخل ہو رہے تھے انہوں نے ان دونوں سے آنے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے اپنا سارا قصہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی سنا دیا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس قضیے کا فیصلہ کسی اور طرح کرتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی بات سن لی اور فرمایا کہ کیا فیصلہ کرتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ فیصلہ کرتا کہ بکریاں کھیتی والے کے حوالے کر دی جائیں اور کھیتی بکری والے کے اور

پھر بکری والا کھیتی پر محنت کرے یہاں تک کہ وہ پہلی حالت پر واپس آجائے اور جب تک کھیتی اپنی گذشتہ حالت پر واپس نہیں آتی جب تک کھیتی والا بکریوں سے نفع اٹھاتا رہے۔ اور جب کھیتی اپنی سابقہ حالت پر واپس آجائے تو کھیتی اس کے مالک کو اور بکریاں اس کے مالک کو لوٹا دی جائیں۔

جب حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ سنا تو اسی کو قائم رکھا اور اپنے فیصلہ کو چھوڑ دیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ چھوٹے کی رائے کو صرف اس وجہ سے کہ وہ چھوٹا ہے رد نہیں کر دینا چاہیے بلکہ اگر اس کی رائے میں زیادہ نفع اور فائدہ ہو تو اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مان لینا چاہیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کا وارث بنایا اور یہ وراثت صرف حسی چیزوں میں نہ تھی بلکہ غیر حسی چیزوں میں بھی تھی۔ یعنی جس طرح انہیں مال و دولت اور بادشاہت کا وارث بنایا اسی طرح نبوت کا بھی وارث بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت عظیم بادشاہت عطا فرمائی کہ وہ نہ صرف انسانوں کے بادشاہ تھے بلکہ جنات اور حیوانات بھی ان کی رعایا میں داخل تھے۔

نفس کی اصلاح کے لیے اپنے اور سزا مقرر کرنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ اپنے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے اور عصر کا وقت داخل ہو چکا تھا، لیکن اس مصروفیت کی وجہ سے احساس نہ ہوا اور سورج غروب ہو گیا جس کی بناء پر عصر کی نماز فوت ہو گئی۔ اب جو دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لایا جائے۔ جب گھوڑے لائے گئے تو آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ کی راہ میں ذبح کر دیا۔ آپ علیہ السلام کی اس قربانی پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان گھوڑوں سے بہتر سواری عطا فرمائی وہ یہ کہ ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ آپ علیہ السلام اپنے تخت پر تشریف فرما ہو کر جہاں چاہتے ہوا کو لے چلنے کا حکم فرماتے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو بیت المقدس سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اصطخر میں جا کر قیام فرماتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے تھے، پھر یہاں سے بعد ظہر واپس چلتے تو کابل میں جا کر رات ہوتی تھی اور بیت المقدس اور اصطخر کے درمیان اتنی مسافت ہے جو تیز سواری پر چلنے والا ایک ماہ میں طے کر سکتا ہے۔ اسی طرح اصطخر سے کابل تک کی مسافت بھی تیز سواری پر چلنے والا ایک ماہ میں طے کر سکتا ہے۔

اس قصہ سے ہمیں دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ اگر کسی وقت اللہ کی یاد سے غفلت ہو جائے تو نفس کو سزا دینے کے لیے اپنے آپ کو کسی فعل مباح سے محروم کر دینا جائز ہے یہ اصلاحِ نفس کا ایک نسخہ ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ امیر کو چاہیے کہ اپنے ماتحت شعبوں کی نگرانی کا خود اہتمام کرے اور ماتحتوں پر چھوڑ کر فارغ نہ ہو بیٹھے۔ خلفائے راشدین اور خاص طور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

حکومتوں کی کامیابی اور امن کا سبب

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انسان و جنات اور وحوش وطیور سب پر خلافت دے رکھی تھی اور سب ہی آپ علیہ السلام کے مطیع وفرمانبردار تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام کا لشکر چلا جا رہا تھا کہ ایک جگہ آپ علیہ السلام نے پرندوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ ایک پرندہ ہد ہد غائب ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ آئے گا تو اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا۔ یا اگر اس کے پاس کوئی معقول عذر ہوا تو چھوڑ دوں گا۔ اب ہد ہد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بتایا کہ میں ایک ایسی قوم کے پاس سے آرہا ہوں جس پر ایک عورت حکمران ہے اور وہ سورج کی پرستش کرتے

ہیں تو میں ان کے دیکھنے میں مشغول ہو کر دیر سے پہنچا مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دیکھ لیں گے کہ تم سچے ہو یا جھوٹے، جاؤ ہمارا یہ خط لے کر ان کے پاس جاؤ اور وہاں کھڑے نہ رہو اور پھر جواب لیکر حاضر ہو۔

ہد ہد گیا اور وہ خط اس قوم کی ملکہ کے حوالے کیا اور ملکہ نے جواباً آپ علیہ السلام کی خدمت میں تحفے بھیج دیئے۔ آپ علیہ السلام نے ہد ہد کے جھوٹے نہ ہونے کی تصدیق پر اسے معاف فرما دیا۔

اس واقعہ میں اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ہد ہد جیسا چھوٹا سا پرندہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم لشکر میں موجود بھی ہو تو شاید نظر نہ آئے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا کی اس حد تک خبر گیری رکھتے تھے کہ اس کی غیر موجودگی کا بھی فوراً پتہ لگا لیا۔

تو یہ ہے جناب! حکومتوں کی کامیابی اور امن کے اسباب کہ سلطان کو اپنی رعایا کی مکمل معلومات حاصل ہیں اور ہر ایک کی فکر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی معمول تھا کہ راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں اپنی رعایا کی خبر گیری میں مصروف رہتے تھے جس شخص کو مصیبت میں پاتے اس کی مدد فرماتے۔ پھر مملکت میں امن کیوں نہ قائم ہوتا؟ اور حکومت کیوں نہ کامیاب ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”اگر دریائے فرات کے کنارے پر کسی بھیڑیئے نے کسی بکری کے بچے کو پھاڑ ڈالا تو اس کا بھی عمر سے سوال ہو گا۔“

ناشکری سے نعمت چھن جاتی ہے

ہد ہد کے اس واقعہ مذکورہ میں جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا:

ترجمہ ”کیا ہو گیا کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہے؟“ (سورۃ نمل: ۲۰)

اس جگہ موقع تو یہ تھا کہ آپ علیہ السلام فرماتے کہ ”ہدہد کو کیا ہوگیا کہ وہ مجمع میں نہیں ہے“ لیکن نہ نظر آنے کی نسبت اپنی طرف کی۔ اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اللہ کی ایک مستقل نعمت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدہد پر جو آپ علیہ السلام کی حکومت تھی یہ بھی اللہ کی ایک نعمت تھی۔

اب جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو یہ بات سمجھیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کو گم پایا تو انہوں نے فوراً اپنے آپ کو مخاطب فرمایا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھ سے اس نعمت کی ناشکری ہو گئی ہو جس کی بناء پر مجھ سے یہ نعمت چھین لی گئی ہو اور مجھے اس سے محروم کر دیا گیا ہو۔

تو اس سے یہ بات واضح ہو گیا کہ نعمتوں کا چھننا ان نعمتوں کی ناقدری و ناشکری کی بناء پر ہوتا ہے۔ اور نعمتوں کا دائمی ہونا ان کے شکر ادا کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے اور ان کی سرکشی اور نافرمانی کی داستان بیان کی ہے اور اس سرکشی اور نافرمانی کا انجام بھی بیان فرمایا ہے۔

قوم عاد کی طرف اللہ رب العزت نے حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ قوم ثمود بتوں کی پرستش کرتی اور انہیں اللہ کے ساتھ شریک گردانتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت اور نصیحت کیلئے منتخب فرمایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہیں بت پرستی سے روکا اور خدائے پاک کو تن تنہا اس کائنات کا متصرف ماننے کا حکم دیا۔ چند افراد نے آپ علیہ السلام کی اطاعت کی اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، لیکن قوم کے مالداروں اور سرداروں نے آپ علیہ السلام کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے ہی جیسے ایک انسان پر اللہ کی طرف سے وحی آنے لگے۔

انہی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر عذاب آیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام غرور و سرکشی کو ختم کر ڈالا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انہیں عبرت کا نشان بنا دیا۔

قوم ثمود کا مطالبہ

حضرت صالح علیہ السلام اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں مشغول رہے اور لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتے رہے، پس مالدار اور بااثر لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگتی تھی وہ آپ علیہ السلام کی دعوت سے تنگ آچکے تھے، ایک دن کہنے لگے ہمیں کوئی نشانی لا کر دکھاؤ کہ تم پیغمبر برحق ہو۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام سے اس نشانی کے طور پر یہ طلب کیا کہ پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی ظاہر ہو جو ہمارے سامنے بچہ جنے، اگر ایسا ہوا تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔

یہاں ایک بات یہ پیش نظر رہے کہ اللہ رب العزت کی سنت مبارکہ یہ ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے نبی سے نبوت کی کسی نشانی کا مطالبہ کرے اور پھر مطالبہ پورا ہونے کے باوجود ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو ضرور بضرور تباہ و برباد فرما دیتے ہیں۔ یہی کچھ قوم ثمود کے ساتھ ہوا کہ اللہ نے ان کے مطالبے پر پہاڑ سے اونٹنی نکالی لیکن انہوں نے پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو پہاڑ سے نکالا تو اسے دیکھ کر کچھ لوگ ایمان لے آئے اور باقی کفر و عناد پر جمے رہے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ ایمان تو تم نہیں لاتے لیکن اب یہ خیال رہے کہ اس اونٹنی کو کسی قسم کا کوئی نقصان

پہنچانے کی ہرگز کوشش نہ کرنا ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

ادھر اس اونٹنی کی یہ حالت تھی کہ جب وہ پانی وغیرہ پینے کے لیے جاتی تو قوم کے جانور اس سے ڈرتے تھے اور بھاگتے تھے، اس لیے حضرت صالح علیہ السلام نے ایک دن اونٹنی کے پینے کے لیے مقرر کر دیا اور ایک دن قوم کے جانوروں کے لیے۔ اب جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تو وہ اور اس کا بچہ پانی پیتے اور جس دن قوم کے جانوروں کی باری ہوتی اس دن اونٹنی دودھ دیتی جس سے پوری قوم فائدہ اٹھاتی تھی۔ لیکن اس بدبخت قوم کو یہ بات اچھی نہ لگی اور اس باری باری والے معاملے سے تنگ آ کر انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ لیکن کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ ایسا کر گذرے۔

قوم ثمود کی تباہی

آخرکار دو بدبخت آدمی اس بات پر تیار ہو گئے کہ وہ اونٹنی پر چھپ کر حملہ کر دیں گے اور پھر رات میں چند لوگ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال کو بھی قتل کر دیں گے۔ لیکن جب انہوں نے اونٹنی پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس سے اور ان لوگوں کے منصوبے سے باخبر کر دیا۔ تب حضرت صالح علیہ

السلام نے فرمایا آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا، جس چیز سے میں نے تمھیں روکا تھا تم لوگ نہیں مانے، اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔

اگلی صبح ہی سے عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے اور ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ اور دوسرے دن ان سب کے چہرے سرخ اور پھر تیسرے دن مکمل سیاہ ہو گئے اور پھر تیسرے دن ایک خوفناک چیخ نے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور اس چیخ کی ہولناکی کو قرآن کریم نے مختلف الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے کہیں **صاعقة** (کڑک دار بجلی) اور کہیں **رجفة** (زلزلہ ڈال دینے والی شے)، کہیں **طاغية** (دہشتناک) اور کہیں **صيحة** (چیخ)۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ ایسی خطرناک چیخ تھی جس کی وجہ سے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور پوری قوم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی۔ (یہ ہے اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل سے انکار کا نتیجہ۔)

اور اس قسم کے واقعات سے مقصود ہم زندہ انسانوں کی عبرت ہوتی ہے کہ ہم لوگ اس قسم کی سرکشی کی جرات نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں پچھلی قوموں کے واقعات اور ان کی غلطیوں سے باخبر کیا ہے تا کہ ہم اس کا شکار نہ ہو جائیں لیکن افسوس کہ ہم پھر بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا حضرت یونس علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نینوا (بابل) کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ اس شہر کی آبادی ایک لاکھ یا کچھ بڑھی ہوئی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ترجمہ: "اور ہم نے انہیں (یونس علیہ السلام) کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کی طرف۔" (سورہ صافات: ۱۴۷)

اللہ کے مواخذہ سے کوئی نہیں بچ سکتا

حضرت یونس علیہ السلام ایک عرصہ تک اپنی قوم کو کلمہ حق کی دعوت دیتے رہے لیکن وہ اس سے انکار کرتے رہے اور جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت یونس علیہ السلام ان سے مایوس ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ کی بات پر ایمان لے آؤ ورنہ موجب عتاب ہو جاؤ گے۔

لیکن انہوں نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو وعید سنا کر ان کی بستی سے نکل چکے تھے جیسا کہ تمام انبیاء جن کی قوموں پر عذاب آیا وہ پہلے ہی وہاں سے نکل جاتے تھے اور یہ سب کچھ بحکم خداوندی ہی تھا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو پوری کی پوری قوم نے اپنے بادشاہ سمیت اللہ سے توبہ کرلی اور وہ عذاب ٹل گیا۔

اب جو حضرت یونس علیہ السلام کو پتہ چلا کہ عذاب ٹل گیا ہے تو وہ واپس قوم کے پاس جانے سے ہچکچائے کہ اب ان کو جھوٹا سمجھا جائے گا اس لیے بجائے قوم کی طرف جانے کے آپ نے وہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور وحی کا انتظار نہ فرمایا اور آپ علیہ السلام سے یہ خلاف اولیٰ کام سرزد ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی چھوٹی سے چھوٹی لغزش پر بھی پکڑ فرماتے ہیں ، یہاں سے آپ علیہ السلام چلے اور ایک دریا کے کنارے کھڑی کشتی میں سوار ہو گئے کہ دوسری جانب کو جانکلیں۔ لیکن اللہ نے اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا اور کشتی ایک موقع پر بھنور میں پھنس گئی اور انتہائی کوشش کے باوجود اس سے نہ نکلی۔ تب کشتی کے ملاحوں نے کہا کہ اس کشتی کے سواروں میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے جس کی وجہ سے سب کے سب مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اب تلاش ہوئی کہ بھئی کشتی میں غلام کون ہے؟ لیکن کوئی غلام ہوتا تو ملتا وہاں تو کوئی غلام نہ تھا۔ اب قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا، انہیں یقین نہ آیا کہ حضرت یونس علیہ السلام ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کئی بار قرعہ اندازی کی اور ہر دفعہ آپ علیہ السلام ہی کا نام نکلا، آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ مجھے ڈال دو میں اپنے رب سے بھاگ کر آیا ہوں۔ پھر انہوں نے مجبوراً

آپ علیہ السلام کو حوالہ امواج کیا اور کشتی بھنور سے نکل گئی اور ادھر حضرت یونس علیہ السلام کو ایک مچھلی نے اللہ کے حکم سے نگل لیا اور پھر اللہ ہی کے حکم سے انہیں ساحل پر لا چھوڑا۔

اس سارے کے سارے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مواخذہ سے کوئی نہیں بچتا۔ اس میں ہم لوگوں کے لیے درس ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے تو ایک اجتہادی غلطی سرزد ہوئی تھی جس پر یہ مواخذہ ہوا اور ہم لوگ جو دن رات گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں ہم اپنے آپ کو اس مواخذہ سے کیسے بچا سکتے ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اللہ معاف کرنے والے ہیں معاف فرما دیں گے۔ ارے بھائی! حدیث شریف میں آتا ہے:

ترجمہ ”عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی حفاظت کرے اور موت کے بعد کے لیے کچھ کر رکھے اور عاجز ہے وہ شخص جو اپنے نفس کی خواہشات پر چلتا رہے اور پھر اللہ پر بھروسہ کیے بیٹھے۔“

ذکر الٰہی اور دُعا

حضرت یونس علیہ السلام کے قصے میں ابھی ذکر ہوا کہ انہیں مچھلی نے نگل لیا پھر اس سے نجات کس طرح ہوئی؟ تو روایات میں آتا ہے کہ انہیں مچھلی کے پیٹ سے ان کے ذکر اور دعا کی وجہ سے نجات ملی جیسا کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

ترجمہ ''اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک بطن ماہی میں رہتے'' (سورہ صافآت: ۱۴۳-۱۴۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مصائب و بلا کے دور کرنے میں ذکر و استغفار کا بڑا دخل ہے۔ اسی لیے وہ دعا جو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی :

"لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمين"

اس کا ورد مصائب کو دور کرنے کے لیے مجرب ہے۔ جیسا کہ مفتی شفیع صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے معارف القرآن جلد۷ سورہ صافات کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

اس میں ہمارے لیے کتنا بڑا سبق ہے کہ اللہ کا پیارا نبی تو مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اس کو خوب یاد کرتا تھا اور اب بطن ماہی کے اندر بھی اس نے سب سے پہلے اپنے رب ہی کو یاد کیا اور کہاں ہم کہ پوری زندگی اللہ کی نافرمانی میں گذار دیتے ہیں اور پھر بھی کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور تسبیح و تقدیس رب میں مشغول نہیں ہوتے۔ اللہ ہمیں بھی اپنی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا بنا دے۔ آمین!

حضرت ذکریا علیہ السلام

حضرت ذکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم پیغمبر کے طور پر فرمایا ہے۔ حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد محترم ہیں جو کہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ ان کے واقعات سے بھی ہمیں کئی ایک سبق حاصل ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کے واقعات میں ایک خاص واقعہ یہ آتا ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کی پیدائش پر اپنی منت و نذر کے مطابق انہیں ہیکل کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تو ان کی کفالت کے لیے ہیکل کے بزرگوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی جس میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا نام نکلا اور حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت ان کے ذمے لگی۔

آپ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ایک حجرہ بنوا دیا وہ اس میں رہا کرتی تھیں۔ جب حضرت ذکریا علیہ السلام حجرے میں داخل ہوتے تو سردی کے موسم میں گرمی کے اور گرمی کے موسم میں سردی کے پھل ان کے پاس رکھے دیکھتے تو ایک دن انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے اس بارے میں پوچھا

کہ یہ پھل کہاں سے آتے ہیں؟ تو حضرت مریم علیھا السلام نے جواب دیا کہ ”اللہ پاک کے پاس سے“۔

حضرت ذکریا علیہ السلام جن کی عمر اس وقت نوے، بانوے یا ایک سو بیس سال تھی اور اولاد سے محروم تھے کیوں کہ ان کی بیوی بانجھ تھیں فوراً پکار اُٹھے کہ ”میرے رب مجھے اپنے خزانے سے بہترین ذریت عنایت فرما۔“ حالانکہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے اب اولاد ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اپنی عمر نوے سے اوپر ہے اور بیوی بانجھ، لیکن اللہ کی قدرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس سے اُمید لگائے ہوئے اپنے رب کی قدرت کے مطابق سوال کیا۔ اور اللہ نے انہیں اولاد عطا بھی کردی جو حضرت یحیٰ علیہ السلام کی صورت میں تھی۔

اپنی سوچ و فکر اور اللہ کی قدرت کو ایک برابر نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ کام تو بہت ہی مشکل ہے کیسے پورا ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ کی قدرت بہت وسیع ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور کوئی چیز انہیں عاجز نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ ”میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں“ یعنی جیسا وہ گمان کرتا ہے ویسا میں اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے بڑے ہی برگزیدہ پیغمبر گزرے ہیں۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور بڑھاپے میں اللہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا پر ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے نوازا۔ آپ علیہ السلام (یحییٰ) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کے موقع پر آسمان میں ملاقات بھی فرمائی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے بچپن ہی سے علم و حکمت کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا، اور بچپن میں جب ہم عمر بچے انہیں اپنے ساتھ کھیلنے کودنے کی دعوت دیتے تو آپ علیہ السلام کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ''مجھے کھیلنے کودنے کیلئے نہیں بھیجا گیا'' آپ علیہ السلام کی زندگی کے کئی واقعات اپنے اندر لوگوں کے لیے بہترین اسباق رکھتے ہیں چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور خشیت الٰہی

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر ہمیشہ ایک خوف و خشیت کی کیفیت طاری رہتی تھی اور اللہ کے خوف سے اتنا روتے تھے کہ آپ علیہ السلام کے چہرہ انور پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے جیسا کہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ کثرت بکاء کی وجہ سے اور آنسو بہانے کی وجہ سے چہرے پر دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کہیں غائب ہو گئے بہت تلاش کیا گیا لیکن کچھ پتہ نہ چلتا تھا، پھر اچانک ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام انہیں تلاش کرتے ہوئے کسی صحراء میں جا پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر عبادت میں مشغول ہیں اور خوب رو رہے ہیں۔ والد محترم نے دریافت کیا ''بیٹا تم یہاں پڑے ہو اور ہم تمہیں وہاں تلاش کرتے پھرے رہے ہیں اور پریشانی کا شکار ہیں۔'' فرزند سعید نے جواب دیا کہ ابا حضور آپ ہی نے تو ایک دفعہ بتلایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق و دق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی رونا شروع کر دیا۔

آج کتنی آنکھیں ایسی ہیں جو اللہ کی خشیت اور اس کے خوف سے تر رہتی ہوں، ہم سوچیں کہ ہمیں کتنا کتنا عرصہ ہو چکا ہے کہ ہم نے اللہ کے خوف سے آنسو نہیں بہائے ہیں، فرمایا کہ آنکھوں کا خشک ہو جانا اور اللہ کے خوف سے نہ رونا بدبختی کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تبلیغ کردہ پانچ اُمور

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنا معزز پیغمبر بنایا تھا۔ ایک مرتبہ اپنی قوم کو مسجد میں جمع فرما کر پانچ باتوں کی تبلیغ فرمائی جو کہ حسب ذیل ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔ اور کسی کو اللہ کا شریک نہ سمجھو، کیوں کہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے کہ جو کچھ کماتا ہے مالک کے سوا کسی دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ لہٰذا سمجھ لو کہ جب خدا ہی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تم کو رزق دیتا ہے تو تم بھی صرف اسی کی پرستش کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۲) تم خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو، کیوں کہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے خدا تعالیٰ برابر تمہاری جانب رضا و رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔

(۳) روزہ رکھو، روزہ دار کے منہ کی بو کا خیال نہ کرو، اس لیے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو (جو کہ خالی معدے سے اٹھتی ہے) مشک کی خوشبو سے زیادہ پاک ہے۔

(۴) مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیوں کہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس قیدی شخص کی سی ہے جو مال دے کر اپنی جان چھڑا لے اور اپنی جان کے بدلے سب دھن و دولت قربان کردے۔

(۵) دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو کیوں کہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ کر کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے بلاشبہ انسان کے دشمن ''شیطان'' کے مقابلے میں ذکر اللہ کے اندر مشغول ہو جانا محکم قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔

یہ سارے احکامات حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ان سارے احکامات کو بیان فرمانے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں بھی تم کو ایسی پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا خدا نے مجھ کو حکم کیا ہے یعنی ''لزوم جماعت''، ''سمع'' اور ''طاعت''، ''ہجرت'' اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' پس جو شخص ''جماعت'' سے ایک بالشت باہر نکل گیا اس نے بلاشبہ اپنی گردن سے اسلام کی رسی کو نکال دیا مگر یہ کہ (پھر سے) جماعت کا لزوم اختیار کر لے اور جس شخص نے جاہلیت کے دور کی باتوں کی طرف دعوت دی تو اس نے جہنم کو ٹھکانا بنایا، حارث اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی کہنے والے نے کہا ''یا رسول اللہ! اگرچہ وہ شخص نماز اور روزے کا پابند ہی ہو، تب بھی جہنم کا سزاوار ہوگا؟ فرمایا ''ہاں، اگر چہ وہ نماز اور روزے کا پابند ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں مسلمان ہوں تب بھی سزاوار جہنم ہے۔''

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ اجمالاً اور تفصیلاً آیا ہے اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان الفاظ میں یاد فرمایا ہے: ترجمہ ''کیا ہی خوب بندہ ہے (ایوب) وہ بہت زیادہ رجوع کرنے والا ہے ہماری طرف'' (سورہ ص: ۴۴)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ایوب علیہ السلام کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔

صبر ایوب علیہ السلام

قرآن کریم کی سورۃ انبیاء اور سورۃ صٓ میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ ایوب علیہ السلام کو بہت بڑے امتحان میں مبتلا کیا گیا اور ان کے جان و مال و اولاد ہر چیز میں ان کو آزمایا گیا۔ اس آزمائش سے پہلے آپ علیہ السلام بہت زیادہ مالدار، صحت مند اور اہل وعیال والے تھے، لیکن اس آزمائش میں آپ علیہ السلام کا سارا مال ختم ہو گیا، صحت سے بیماری میں مبتلا ہو گئے اور اہل وعیال سارے انتقال کر گئے اور ان کے پاس صرف ان کی ایک بیوی جن کا نام کتابوں میں ''رحمت'' آتا ہے وہ ان کے ساتھ رہیں اور ان کی دیکھ بھال فرماتی رہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تکالیف پر صبر کرنا چاہیے اور چھوٹی چھوٹی مشکلات اور تکالیف پر اللہ تعالیٰ سے گلے شکوے شروع کر دینے کی

بجائے حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کو سامنے رکھنا چاہیے کہ کس طرح تمام تکالیف کو برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا پہاڑ جیسا حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین!

صبر کا پھل

اللہ تعالیٰ کا امتحان جب پورا ہو گیا اور پوری طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو آزما لیا کہ صرف مالداری، صحت اور اہل وعیال کے ہونے کی صورت میں ہی شکر گزار نہیں بلکہ یہ سب کچھ چھن جانے پر صبر کرنے والے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو اس صبر کا بہترین بدلہ عنایت فرمایا کہ پہلے سے کہیں زیادہ مال و دولت، مکمل صحت اور دوگنا اہل وعیال سے نوازا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور ہم نے اُسے (ایوب) کو اس کے اہل وعیال دیئے اور ان کے ساتھ ان جیسے اور بھی اپنی رحمت سے اور عبادت کرنے والوں کیلئے نصیحت بنا کر'' (سورۃ الانبیاء: ۸۴)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ کسی کو ہمیشہ تکلیف میں نہیں رکھتے۔ فرمایا ''ان مع العسر یسرا'' کہ بیشک ہر تنگی کے ساتھ کشادگی ہے، مصیبت اور تکالیف ہمیشہ نہیں رہتیں، پس مصیبت آتے ہی چیخ و پکار نہ شروع کر دینا چاہیے بلکہ انسان کو صبر کرنا چاہیے کہ صبر کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

الحمدللہ ہمارے ادارہ کی مختصر اسلامی کتب کا سلسلہ نمبر 7 ''پیارے نبیوں کے پیارے واقعات'' شائع ہوگئی ہے۔ اُمید ہے ہماری دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی آپ کو بہت پسند آئے گی۔

مولف عبدالقادر نے اس کتاب میں انبیاء کرام کے واقعات میں سے وہ واقعات اور عنوان منتخب کئے ہیں جن سے قارئین کو خصوصاً بچوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ!

ہم تمام احباب و معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون اور رہنمائی سے یہ مفید کتابچے آپ تک پہنچ رہے ہیں۔

اس موقع پر حضرت مفتی بدر عالم صدیقی صاحب کا ذکر کرنا ضروری ہے کیوں ان کی توجہ اور سرپرستی سے ہی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق دے اور مزید کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

(ادارہ)

حضرت مفتی بدر عالم صدیقی صاحب کی تحریری تصدیق اندر کے صفحات میں موجود ہے۔